28

روزہ تقویٰ، قبولیت دعا اور قرب الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے

۳۱/اکتوبر ۲۰۰۳ء بمطابق ۳۱/اخاء ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن

☆ ......رمضان کی اہمیت اور عبادات اور تلاوت کا اہتمام نہ جہاں درسوں کا انتظام ہو وہاں اس کے درس سننے کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے

☆ ......یہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔

☆ ......قرآن شریف زیادہ پڑھنا چاہئے اور اس کی حسین تعلیم پر عمل کرنا چاہئے۔

☆ ......رمضان کا مہینہ مبارک مہینہ ہے۔ دعاؤں کا مہینہ ہے۔

☆ ......دعاؤں کی فلاسفی اور انقلابی تاثیرات و شرائط۔

☆ ......حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک دعا۔

تشہد وتعوذ کے بعد درج ذیل آیت قرآنیہ تلاوت فرمائی

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾

(سورۃ البقرہ:۱۸۶۔۱۸۷)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا ہے اور پانچ روزے گزر بھی گئے اور پتہ بھی نہیں چلا۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ بہت عظیم اور برکتوں والا مہینہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے فضلوں سے نوازنے کے طریقے تلاش کرتا ہے کہ کس طرح مَیں اپنے بندوں کو شیطان کے پنجے سے نکالوں اور اپنا بندہ بناؤں۔ جب بھی بندہ اس کی طرف بڑھے اس کے ایمان اور احسان کے دروازے کھلے ہوئے پاتا ہے لیکن رمضان میں تو پہلے سے بڑھ کر اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہوتا ہے۔ اور یہ بھی اس کے احسانات ہیں کہ جو لوگ عبادت میں سست ہوتے ہیں، نوافل میں سست ہوتے ہیں، قرآن کریم کو پڑھنے میں، اس کے احکامات پر عمل کرنے میں سست ہوتے ہیں ان کے لئے ایک نظام کے تحت ایک مہینہ مقرر کر دیا ہے تا کہ جو عبادت کرنے والے اور نوافل پڑھنے والے، قرآنی احکامات پر عمل کرنے والے لوگ ہیں جب اس مہینہ میں پہلے سے زیادہ، پہلے سے بڑھ کر توجہ کے ساتھ ان عبادات کو بجالانے کی کوشش کریں گے تو جو لوگ سست ہیں وہ بھی ان کی دیکھا دیکھی کچھ نہ کچھ عبادات بجالائیں گے۔ ماحول کا ان پر بھی اثر ہوگا وہ بھی کچھ نہ کچھ ان

نیک کاموں میں حصہ لیں گے۔تو اس طرح ان کو بھی عادت پڑ جائے گی۔ایسے لوگوں میں سے کچھ لوگ پھر مستقل ان نیکیوں پر قائم بھی رہ جائیں گے۔اور شیطان کو دور رکھنے والے ہوں گے۔تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسے لوگوں پر مَیں اپنی رحمتوں اور فضلوں کے دروازے کھولوں گا۔اللہ تعالیٰ ایسے بھٹکے ہوئے لوگوں کو اپنی طرف آنے سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو خوشی ایک ماں کو ایک گمشدہ بچے کے ملنے سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ خوشی اپنے گمشدہ بندے کے ملنے سے ہوتی ہے۔واپس آنے سے ہوتی ہے،عبادات بجالانے سے ہوتی ہے۔اور رمضان میں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا ہر دروازہ کھول دیتا ہے۔قرآن جو خدا کی کتاب ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والی ہے جس کے پڑھنے سے ہمیں خدا تعالیٰ کی معرفت عطا ہوتی ہے اس کو بھی رمضان سے ایک خاص نسبت ہے۔اس لئے رمضان میں اور عبادات کے ساتھ اس کو پڑھنے اور جہاں بھی درسوں کا انتظام ہو وہاں اس کے درس سننے کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے۔

یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اِس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہوگا۔اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اُس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔رمضان میں چونکہ انسان اکل وشرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا

اس لئے رمضان کہلایا میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ عرب کے لئے خصوصیت نہیں ہو سکتی۔ روحانی رمضان سے مراد روحانی ذوق شوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔ رمضان اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔

(الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء، ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۳۶)

تو اس اقتباس میں آپ نے فرمایا کہ رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں اور سورج کی تپش سے جو گرم ممالک ہیں ان کو علم ہے کہ کیا حال ہوتا ہے اور پھر اگر حبس بھی شامل ہو جائے اس میں تو اور بھی تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ گرمی دانے وغیرہ نکل آتے ہیں اور جن بیچاروں کے پاس اس گرمی کے توڑ کے لئے ذرائع نہیں ہوتے، سامان میسر نہیں ہوتے وہ اس حالت میں جسم میں جلن اور دانوں میں خلش وغیرہ محسوس کر رہے ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ اب تو خیر یہاں یورپی ممالک میں بھی گرمی اچھی خاصی ہونے لگی ہے اور ذرا سائے سے باہر نکلیں تو دھوپ کی چبھن حال خراب کر دیتی ہے تو یہ جو تکلیف ہو رہی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کھانے پینے کو چھوڑ کر، جسمانی لذتوں کو چھوڑ کر، میری خاطر کچھ وقت تکلیف برداشت کرو یہ بھی اسی طرح کی تکلیف بعض اوقات ہو رہی ہوتی ہے۔ اور فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ کی خاطر تکلیف برداشت کرتے ہو تو پھر تمہارے اندر سے بھی ایک جوش پیدا ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی گرمی پیدا ہونی چاہئے۔ اور اس سے پھر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی اور اس کی عبادت کی طرف توجہ پیدا ہو۔ تو فرمایا کہ بیرونی تکلیف بھوک پیاس کی اور اندرونی جوش اللہ تعالیٰ کی محبت کی گرمی اکٹھی ہو جائیں تو اسی کا نام رمضان ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلّی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امّارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے، دوری حاصل ہو جائے اور تجلّی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔ فرمایا پس اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰن میں یہی اشارہ ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے لیکن امراض اور اغراض اس نعمت سے

انسان کو محروم رکھتے ہیں۔ فرمایا مجھے یاد ہے کہ جوانی کے ایام میں مَیں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ روزہ رکھنا سنّت اہل بیت ہے۔ میرے حق میں پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا سَلْمَانُ مِنَّا اَہْلَ الْبَیْتِ۔ سلمان یعنی الصُّلْحَان کہ اس شخص کے ہاتھ سے دو صلح ہوں گی۔ ایک اندرونی، دوسری بیرونی۔ اور یہ اپنا کام رِفق سے کرے گا نہ کہ شمشیر سے اور مَیں جب مشربِ حسین پر نہیں ہوں کہ جس نے جنگ کی بلکہ مشربِ حسن پر ہوں جس نے جنگ نہ کی تو مَیں نے سمجھا کہ روزہ کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ مَیں نے چھ ماہ تک روزے رکھے۔ اس اثنا میں مَیں نے دیکھا کہ انوار کے ستونوں کے ستون آسمان پر جا رہے ہیں۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ انوار کے ستون زمین سے آسمان پر جاتے تھے یا میرے قلب سے لیکن یہ سب کچھ جوانی میں ہو سکتا تھا۔ اور اگر اس وقت مَیں چاہتا تو چار سال تک روزہ رکھ سکتا تھا۔

تو یہاں خاص طور پر یہ جوانی کی مثال دے کر آپ جوانوں کو سمجھا رہے ہیں کہ بعض دفعہ بیماری کی وجہ سے ایک عمر کے بعد روزے چھوڑنے پڑتے ہیں۔ لیکن نوجوانی کی عمر ایسی ہے کہ اس میں روزے صحیح طور پر رکھے جا سکتے ہیں۔ اور اس عمر کا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ لیکن ایک اور مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہر کسی کو اتنا لمبا عرصہ روزے نہیں رکھنے چاہئیں، نہ وہ رکھ سکتا ہے۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے کہا تھا اور ساتھ تائید تھی اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ نے قوت عطا کی تھی اس لئے مَیں رکھ سکا۔ لیکن بہرحال رمضان کے روزے ایسے ہیں جن کو ضرور رکھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ ہر بالغ مسلمان پر فرض ہیں اگر بیماری وغیرہ کی کوئی وجہ نہ ہو۔ روزے کی اہمیت اور اس کے نتیجہ میں انسان جو خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنتا ہے اس بارہ میں چند احادیث پیش کرتا ہوں۔

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزے ہیں۔

(جامع الصغیر)

پھر ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ روزہ ایک ڈھال ہے اور آگ سے بچانے والا ایک حصن حصین ہے۔ (مسند احمد)۔ یعنی ایک مضبوط قلعہ ہے جو آگ کے عذاب سے بچاتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپؓ نے فرمایا تم میں سے کسی کو فتنہ کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی ارشاد یاد ہے؟ تو کہتے ہیں مَیں نے کہا جیسا آنحضرت ﷺ نے فرمایا من وعن یاد ہے۔ آپؓ نے (یعنی حضرت عمرؓ نے) فرمایا کہ تم تو بات کرنے میں بڑے دلیر ہو۔ بہرحال کہتے ہیں مَیں نے عرض کی کہ آدمی کو جو فتنہ اس کے گھربار، مال، اولاد یا ہمسایوں سے پہنچتا ہے، نماز، روزہ، صدقہ، اچھی بات کا حکم اور برائی سے روکنا اس فتنہ کا کفارہ بن جاتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوۃ)

پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یقیناً جنت میں بالاخانے ہوں گے جن کے اندرونے باہر سے اور خارجی حصے اندر سے نظر آتے ہوں گے۔ اس پر ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ حضورؐ یہ کن کے لئے ہوں گے۔ فرمایا: یہ ان کے لئے ہوں گے جو خوش گفتار ہوں گے، ضرورتمندوں کو کھانا کھلانے والے ہوں گے، روزے کے پابند اور راتوں کو جب لوگ سوتے ہوں تو وہ نمازیں ادا کریں‘‘۔

(سنن ترمذی کتاب صفۃ الجنۃ)

تو ان احادیث سے روزے کی اہمیت مزید واضح ہوتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ صرف بھوکا پیاسا نہیں رہنا بلکہ اس کے ساتھ تمام برائیوں کو بھی چھوڑنا ہے، نیکیوں کو اختیار کرنا ہے، غریبوں کا خیال رکھنا ہے، ان کی ضروریات کو پورا کرنا ہے، نمازوں کی ادائیگی بھی کرنی ہے، فرض سے بڑھ کر نوافل پڑھنے کی طرف بھی توجہ کرنی ہے اور ان تمام چیزوں کے ساتھ روزے دار بھی ہو، تمام جائز چیزوں، خوراک وغیرہ کو ایک معینہ مدت کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑنے والے ہو، تمام شرائع پورے کرنے والے ہو تو یہ تمہارے جو فتنے ہیں جن فتنوں میں تم پڑے ہوئے ہو اولاد کی طرف سے، کاروباری ہیں، ہمسایوں کے ہیں، لڑائی جھگڑے ہیں تو ان نیکیوں کی وجہ سے جو تم انجام دے رہے ہو گے ان سے تم بچ سکتے ہو اور یہ نیکیاں ہیں جو ان فتنوں کا کفارہ ہو جائیں گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ تو میرے لئے ہیں مَیں ہی ان کی جزا بن جاتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کا

وصال ہوجاتا ہے روزوں کے ذریعہ اگر تمام شرائط کے ساتھ وہ رکھے ہوں۔ یہ اس لئے ہے کہ میرا بندہ میرے لئے روزے میں اپنی جائز خواہشات اور اپنے کھانے پینے کو بھی ترک کردیتا ہے۔ فرمایا روزہ گناہوں کے خلاف ایک ڈھال ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں مقدر ہیں۔ ایک وہ خوشی جو اسے اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ خدا کے فضل سے اپنے روزوں کو مکمل کرلیتا ہے۔ یہ خوشی اسے دنیا میں ملتی ہے اور ایک وہ خوشی جو اسے آخرت میں ملے گی جب وہ اپنے رب سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ اس سے راضی ہوگا۔ نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا روزہ دار کے منہ کی بُو خدا کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہے۔

(بخاری کتاب التوحید باب قول الله تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام الله)

پھر حضرت ابومسعود غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رمضان کے شروع ہونے کے بعد ایک روز آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر لوگوں کو رمضان کی فضیلت کا علم ہوتا تو میری امت اس بات کی خواہش کرتی کہ سارا سال ہی رمضان ہو۔ اس پر بنوخزاعہ کے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے نبی ہمیں رمضان کے فضائل سے آگاہ کریں۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا یقیناً جنت کو رمضان کے لئے سال کے آغاز سے آخر تک مزیّن کیا جاتا ہے اور جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش الٰہی کے نیچے ہوائیں چلتی ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ کو روزے دار کے منہ کی بُو جو ہے، نہ کھانے کی وجہ سے منہ میں پیدا ہوجاتی ہے، صرف اس لئے پسند ہے کہ میرے بندے نے میری خاطر اپنے اوپر یہ پابندی لگائی ہوئی ہے اور میری عبادت میں مشغول ہے تو خدا تعالیٰ ایسے روزہ داروں کی بہت قدر کرتا ہے۔ اور ایسے لوگوں پر اپنی رحمتوں اور فضلوں کی ہوائیں چلاتا ہے۔ اس دنیا میں بھی انہیں اپنی پناہ میں رکھتا ہے اور اگلے جہان میں بھی اپنی جنتوں کا وارث بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اس کو سمجھتے ہوئے جو روزے رکھنے کا حق ہے اس کے مطابق رمضان گزارنے کی کوشش کریں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو روزے میں سستی کر جاتے ہیں کہ صلوٰۃ کا مَیں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ اس کے بعد روزے کی عبادت ہے۔ افسوس ہے کہ اس زمانہ میں بعض مسلمان کہلانے والے ایسے بھی ہیں جو کہ ان عبادات میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔

وہ اندھے ہیں اور خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ سے آگاہ نہیں ہیں۔ تزکیہ نفس کے واسطے یہ عبادات لازمی پڑی ہوئی ہیں۔ یہ لوگ جس عالم میں داخل نہیں ہوئے اس کے معاملات میں بیہودہ دخل دیتے ہیں اور جس ملک کی انہوں نے سیر نہیں کی اس کی اصلاح کے واسطے جھوٹی تجویزیں پیش کرتے ہیں۔ ان کی عمریں دنیوی دھندے میں گزرتی ہیں۔ دینی معاملات کی ان کو کچھ خبر نہیں۔ کم کھانا اور بھوک برداشت کرنا بھی تزکیہ نفس کے واسطے ضروری ہے۔ اس سے کشفی طاقت بڑھتی ہے۔ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا۔ بالکل ابدی زندگی کا خیال چھوڑ دینا اپنے اوپر قہر الٰہی کا نازل کرنا ہے۔ مگر روزہ دار کو خیال رکھنا چاہئے کہ روزے سے صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان بھوکا رہے بلکہ خدا کے ذکر میں بہت مشغول رہنا چاہئے۔ بدنصیب ہے وہ شخص جس کو جسمانی روٹی ملی مگر اُس نے روحانی روٹی کی پرواہ نہیں کی۔ جسمانی روٹی سے جسم کو قوت ملتی ہے ایسا ہی روحانی روٹی روح کو قائم رکھتی ہے۔ اور اس سے روحانی قویٰ تیز ہوتے ہیں۔ خدا سے فیضیاب ہونا چاہو کہ تمام دروازے اس کی توفیق سے کھلتے ہیں۔

(تقاریر جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۰۔۲۱)

پھر ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن انسانوں کے لئے ہدایت کے طور پر اتارا گیا ہے جس میں ہدایت کی تفصیل دی گئی ہے اور سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے والے امور بیان کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

ایک تو اس کا یہ مطلب ہے کہ جب انسان غور سے اس کو پڑھے، اس کو سمجھنے کی کوشش کرے، اس کے احکامات کو اپنے اوپر لاگو کرنے کی کوشش کرے تو خدا تعالیٰ کی معرفت بھی اس کو حاصل ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ ایسے بندوں کو اپنے پیاروں میں شامل کر لیتا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

﴿هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔﴾ یعنی قرآن میں تین صفتیں ہیں۔ اول یہ کہ جو علوم دین لوگوں کو معلوم نہیں رہے تھے ان کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ دوسرے جن علوم میں پہلے کچھ اجمال چلا آتا تھا ان کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ تیسرے جن امور میں اختلاف اور تنازعہ پیدا ہو گیا تھا ان میں قول فیصل بیان کر کے حق اور باطل میں فرق ظاہر کرتا ہے۔

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول صفحہ ۶۴۸)

تو اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ تین باتیں جو بیان کی گئی ہیں کیونکہ شریعت اب کامل ہوئی ہے آنحضرت ﷺ پر، پہلے لوگوں پر صرف اس علاقے یا وقت کے لحاظ سے احکامات دئے گئے تھے، تمام علوم دین نہیں بتائے گئے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ پر یہ کامل کتاب اتاری گئی ہے اور تمام قسم کی ہدایت جس کی انسان کو ضرورت پڑ سکتی ہے اس میں بیان کر دی گئی ہے۔ پھر ایسے تمام احکامات جو پہلے واضح نہ تھے، پہلے انبیاء کی تعلیم میں معین نہ ہوئے تھے یا ایسے علوم جن کا معین طور پر انسان کو علم نہ تھا اس کو بھی تفصیل سے بیان کر دیا۔ پھر ساتھ ہی یہ ہے کہ دلیل کے ساتھ حق اور باطل، سچ اور جھوٹ، غلط اور صحیح میں فرق بتایا گیا ہے۔ تو جس قدر استطاعت ہے اس پر غور کرتا رہے اس لئے قرآن شریف زیادہ پڑھنا چاہئے اور اس کی حسین تعلیم پر عمل کرنا چاہئے، اس سے حصہ لینا چاہئے۔ بہر حال رمضان اور قرآن کی ایک خاص نسبت ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جبریل ہر رمضان میں جتنا قرآن نازل ہو چکا ہوتا آنحضرت ﷺ کے ساتھ مل کر اسے دہراتے تھے۔ اس لئے بھی ان دنوں میں قرآن پڑھنے، سمجھنے اور درسوں میں شامل ہونے کی طرف توجہ دینی چاہئے تا کہ اس کا ادراک پیدا ہو، اس کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو، معرفت حاصل ہو۔ پھر آگے اس میں بیان ہوا ہے روزے کے بارہ میں کہ کیا کیا رخصتیں ہیں اور کتنا رکھنا چاہئے اس بارہ میں گزشتہ خطبے میں سب بیان ہو چکا ہے۔

پھر اگلی آیت میں بیان فرمایا ہے کہ میرے بندوں سے کہہ دو کہ مَیں تو تمہارے قریب ہوں۔ دعا کے مضمون کے بارہ میں۔ دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں۔ لیکن تمہیں اگر دعا کے طریقے اور سلیقے آتے ہوں تو مجھے قریب پاؤ گے۔ اس آیت کو روزوں کی فرضیت کی آیت کے ساتھ رکھا گیا ہے اور پھر اس سے اگلی آیت میں بھی رمضان کے بارہ میں احکام ہیں۔ تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تو اپنے سے مانگنے والوں کی باتیں سنتا ہوں۔ لیکن تمہارا بھی تو فرض بنتا ہے کہ جو میرے احکامات ہیں ان کو مانو۔ نیک باتوں پر عمل کرو، بری باتوں کو چھوڑو۔ یہ تو نہیں کہ صرف دنیاداری کی باتیں ہی کرتے رہو۔ کبھی مجھ سے میری محبت کا اظہار نہ ہو۔ جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو آ جاؤ۔ گو ایسے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ کسی مصیبت میں گرفتار دیکھ کر جب وہ پکارتے ہیں تو ان کی مدد کرتا ہے۔ لیکن جب وہ مصیبت سے نکلتے ہیں تو پھر وہی باغیانہ رویہ اپنا لیتے ہیں۔ تو یہ طریق

تو دنیاوی تعلقات میں بھی نہیں چلتے۔تو بہرحال خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں اپنے ان بندوں کے قریب ہوں۔ان کی دعائیں سنتا ہوں جو میرے قریب ہیں،جن کو میری ذات سے تعلق ہے۔صرف اپنے دنیاوی مقصد حاصل کروانے کے لئے ہی میرے پاس دوڑے نہیں چلے آتے۔اب جبکہ تم میرے کہنے کے مطابق روزے رکھ رہے ہو، بہت سی برائیوں کو چھوڑ رہے ہو،نیکی کی تلقین کر رہے ہو،نمازوں میں باقاعدگی اختیار کر رہے ہو،نوافل کی ادائیگی کی طرف توجہ دے رہے ہو تو مَیں بھی تمہاری دعاؤں کو سنتا ہوں، جواب دیتا ہوں۔مَیں تو اس انتظار میں بیٹھا ہوں کہ میرا کوئی بندہ خالص ہو کر مجھے پکارے تو مَیں اس کی پکار کا جواب دوں۔اب جبکہ تم خالص ہو کر مجھے پکار رہے ہو،مجھ پر کامل ایمان رکھتے ہو،میرے بندوں کے حقوق بھی ادا کر رہے ہو،ان کا خیال رکھ رہے ہو،رمضان میں غریبوں کے روزے رکھوانے اور کھلوانے کا بھی اہتمام کر رہے ہو،توجہ دے رہے ہو،لڑائی جھگڑوں سے دُور ہو،معاف کرنے میں پہل کرنے والے ہو،انتقام سے دور ہٹنے والے ہو،کیونکہ کامل ایمان کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر بھی کامل ایمان اور یقین ہو،اس لئے میری صفات کو ہر وقت ہمیشہ مدنظر رکھنے والے بھی ہو اور اپنی استعدادوں کے مطابق ان کو اپنانے والے ہو،تو اے میرے بندو!مَیں تمہارے قریب ہوں،تمہارے پاس ہوں،تمہاری دعاؤں کو سن رہا ہوں تمہیں اب کوئی غم اور فکر نہیں ہونا چاہئے۔اور رمضان کے مہینے میں تو مَیں اپنی رحمت کے دروازے وسیع کر دیتا ہوں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ﴾ اگر مَیں نے کہا ہے کہ مَیں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں تو اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ مَیں ہر ایک پکار کو سن لیتا ہوں۔جس پکار کو مَیں سنتا ہوں اس کے لئے دو شرطیں ہیں۔اوّل مَیں اس کی پکار سنتا ہوں جو میری بھی سنے۔دوسرے مَیں اس کی پکار سنتا ہوں جسے مجھ پر یقین ہو،مجھ پر بدظنی نہ ہو۔اگر دعا کرنے والے کو میری طاقتوں اور قوتوں کا یقین ہی نہیں تو مَیں اس کی پکار کو کیوں سنوں گا۔پس قبولیت دعا کے لئے دو شرطیں ہیں۔جس دعا میں یہ دو شرطیں پائی جائیں گی وہی قبول ہوگی اسی لئے یہاں اللہ تعالیٰ نے الدّاع فرمایا ہے جس کے معنے ہیں ایک خاص دعا کرنے والا۔اور اس کے آگے شرائط بتا دیں جو الدّاع میں

پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ وہ میری سنے اور مجھ پر یقین رکھے۔یعنی وہ دعا میرے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق ہو، جائز ہو، ناجائز نہ ہو، اخلاق کے مطابق ہو، سنت کے مطابق ہو، اگر کوئی شخص ایسی دعائیں کرے گا تو مَیں بھی اس کی دعاؤں کو سنوں گا۔لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ اے اللہ! میرا فلاں عزیز مر گیا ہے تُو اسے زندہ کر دے تو یہ دعا قرآن کے خلاف ہے، محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے خلاف ہے۔جب اُس نے قرآن کی ہی نہیں مانی، محمد رسول اللہ ﷺ کی نہیں مانی تو خدا اُس کی بات کیوں مان لے۔پس ﴿فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تمہیں چاہئے کہ تم میری باتیں مانو اور مجھ پر یقین رکھو۔اگر تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے تو مَیں بھی تمہاری دعا کیسے سن سکتا ہوں؟ پس قبولیت دعا کے لئے دو شرطیں ہیں اول ﴿فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ﴾ تم میری باتیں مانو۔(۲) ﴿وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ﴾ اور مجھ پر یقین رکھو۔جو لوگ ان شرائط کو پورا نہیں کرتے وہ دیندار نہیں۔وہ میرے احکام پر نہیں چلتے اس لئے مَیں بھی یہ وعدہ نہیں کرتا کہ مَیں ان کی دعائیں سنوں گا۔بے شک مَیں ان کی دعاؤں کو بھی سنتا ہوں مگر اس قانون کے ماتحت ان کی ہر دعا کو نہیں سنتا۔لیکن جو شخص اس قانون پر چلتا ہے۔اور پھر دعائیں بھی کرتا ہے مَیں اس کی ہر دعا کو سنتا ہوں۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۴۰۵۔۴۰۶)

پھر آپ نے فرمایا:

پس رمضان کے مہینہ کا دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ نہایت گہرا تعلق ہے۔یہی وہ مہینہ ہے جس میں دعا کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے قَرِيْبٌ کے الفاظ بیان فرمائے۔اگر وہ قریب ہونے پر بھی نہ مل سکے تو اور کب مل سکے گا۔جب بندہ اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیتا ہے اور اپنے عمل سے ثابت کر دیتا ہے کہ اب وہ خدا تعالیٰ کا در چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے دروازے اس پر کھل جاتے ہیں اور {اِنِّيْ قَرِيْبٌ} کی آواز اس کے کانوں میں بھی آنے لگتی ہے جس کے معنے سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور جب کوئی بندہ اس مقام پر پہنچ جائے تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اس نے خدا کو پا لیا۔

حدیث میں آتا ہے۔حضرت عمر روایت کرتے ہیں۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رمضان

میں اللہ کا ذکر کرنے والا بخشا جاتا ہے اور اس ماہ اللہ سے مانگنے والا کبھی نامراد نہیں رہتا۔

پھر ایک حدیث ہے کہ روزہ دار کے لئے اس کی افطاری کے وقت کی دعا ایسی ہے جو ردّ نہیں کی جاتی۔

(ابن ماجہ کتاب الصیام باب فی الصائم لاتردد ......)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''اگر لوگ پوچھیں کہ روزہ سے کیسے قرب حاصل ہو سکتا ہے تو کہہ دے ﴿فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾ یعنی مَیں قریب ہوں اور اس مہینہ میں دعائیں کرنے والوں کی دعائیں سنتا ہوں۔ چاہئے کہ پہلے وہ ان احکاموں پر عمل کریں جن کا مَیں نے حکم دیا ہے اور ایمان حاصل کریں تاکہ وہ مراد کو پہنچ سکیں اور اس طرح سے بہت ترقی ہوگی''۔

(الحکم ۱۷/نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اس بارہ میں مزید فرماتے ہیں:

''روزہ جیسے تقویٰ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے ویسے ہی قرب الٰہی حاصل کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کا ذکر فرماتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا ہے ﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾ یہ ماہ رمضان کی ہی شان میں فرمایا گیا ہے اور اس سے اس ماہ کی عظمت اور سرّ الٰہی کا پتہ لگتا ہے کہ اگر وہ اس ماہ میں دعائیں مانگیں تو مَیں قبول کروں گا لیکن ان کو چاہئے کہ میری باتوں کو قبول کریں اور مجھے مانیں۔ انسان جس قدر خدا کی باتیں ماننے میں قوی ہوتا ہے خدا بھی ویسے ہی اس کی باتیں مانتا ہے۔ ﴿لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو رُشد سے بھی خاص تعلق ہے اور اس کا ذریعہ خدا پر ایمان، اس کے احکام کی اتباع اور دعا کو قرار دیا ہے۔ اور بھی باتیں ہیں جن سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے''۔

(الحکم ۲۴/جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۲)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''رمضان کا مہینہ مبارک مہینہ ہے، دعاؤں کا مہینہ ہے''۔ (الحکم ۲۴/جنوری ۱۹۰۱ء)

پھراسی آیت کی تشریح کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا یعنی ﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾ فرمایا: یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں کہ خدا کے وجود پر دلیل کیا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ مَیں بہت نزدیک ہوں یعنی کچھ بڑے دلائل کی حاجت نہیں۔ میرا وجود نہایت اقرب طریق سے سمجھ آ سکتا ہے اور نہایت آسانی سے میری ہستی پر دلیل پیدا ہوتی ہے اور وہ دلیل یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارے تو مَیں اس کی سنتا ہوں اور اپنے الہام سے اس کی کامیابی کی بشارت دیتا ہوں جس سے نہ صرف میری ہستی پر یقین آتا ہے بلکہ میرا قادر ہونا بھی بپایہ یقین پہنچتا ہے۔ لیکن چاہئے کہ لوگ ایسی حالت تقویٰ اور خدا ترسی کی پیدا کریں کہ مَیں ان کی آواز سنوں! اور نیز چاہئے کہ وہ مجھ پر ایمان لاویں اور قبل اس کے کہ جو ان کو معرفت تامہ ملے اس بات کا اقرار کریں کہ خدا موجود ہے اور تمام طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے۔ کیونکہ جو شخص ایمان لاتا ہے اسی کو عرفان دیا جاتا ہے۔

(ایام الصلح ؑ روحانی خزائن جلد ١٤ صفحہ ٢٦٠۔٢٦١)

حدیث میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کو خوب یاد کیا کرو یہاں تک کہ لوگ کہیں کہ یہ مجنون شخص ہے۔ یہ ہے اللہ کو یاد کرنے کا طریق۔

حدیث میں آتا ہے کہ رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ ایک منادی کرنے والے فرشتہ کو بھیج دیتا ہے جو یہ اعلان کرتا ہے کہ اے خیر کے طالب آگے بڑھ اور آگے بڑھ۔ کیا کوئی ہے جو دعا کرے تا کہ اس کی دعا قبول کی جائے کیا کوئی ہے جو استغفار کرے کہ اسے بخش دیا جائے کیا کوئی ہے جو توبہ کرے تا کہ اس کی توبہ قبول کی جائے۔

(کنز العمال جلد ٨ کتاب الصوم قسم الاول)

پھر حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جب رات کا نصف یا 2/3 حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قریب کے آسمان کی طرف اتر آتا ہے، پھر فرماتا ہے کیا کوئی سوالی ہے جسے دیا جائے؟، کیا کوئی دعا کرنے والا ہے جس کی دعا قبول کی جائے؟، کیا کوئی بخشش کا طالب ہے کہ اسے بخش دیا جائے؟ یہ صورت حال اسی طرح جاری رہتی ہے یہاں تک کہ فجر نمودار ہو جاتی

ہے۔اس لئے نوافل کے لئے اٹھنا بہت ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ صرف سحری کھانے کے لئے اٹھے، وقت مقرر کرنا چاہئے نوافل کے لئے بھی۔

پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَیں بندے کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں۔جس وقت بندہ مجھے یاد کرتا ہے مَیں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے گا تو مَیں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کروں گا اور اگر وہ میرا ذکر محفل میں کرے گا تو مَیں اس بندے کا ذکر اس سے بہتر محفل میں کروں گا۔اگر وہ میری جانب ایک بالشت بھر آئے گا تو مَیں اس کی طرف ایک ہاتھ آؤں گا۔اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ آئے گا تو مَیں اس کی طرف دو ہاتھ جاؤں گا۔اگر وہ میری طرف چل کر آئے گا تو مَیں اس کی طرف دوڑ کر جاؤں گا۔

(ترمذی ابواب الدعوات فی حسن الظن باللہ عزوجل......)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا ہے، بڑا کریم اور سخی ہے۔جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی ہاتھ اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے یعنی صدق دل سے مانگی ہوئی دعا کو وہ ردّ نہیں کرتا بلکہ قبول فرماتا ہے۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب فیٔ دعا النبی ﷺ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''دعا کے اندر قبولیت کا اثر اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ انتہائی درجہ کے اضطرار تک پہنچ جاتی ہے۔جب انتہائی درجہ اضطرار کا پیدا ہو جاتا ہے اُس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی قبولیت کے آثار اور سامان بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔پہلے سامان آسمان پر کئے جاتے ہیں اس کے بعد وہ زمین پر اثر دکھاتے ہیں۔یہ چھوٹی سی بات نہیں بلکہ ایک عظیم الشان حقیقت ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جس کو خدائی کا جلوہ دیکھنا ہو اُسے چاہئے کہ دعا کرے''۔

(الحکم جلد ۸ نمبر ۱۳۔ مورخہ ۲۴/اپریل ۱۹۰۴ء صفحہ۶۔ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ ۶۵۵)

پھر آپؑ نے فرمایا:

''دعا کی مثال ایک چشمہ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے وہ جب چاہے اس

چشمہ سے اپنے کو سیراب کر سکتا ہے۔ جس طرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح مومن کا پانی دعا ہے کہ جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس دعا کا ٹھیک محل نماز ہے یعنی صحیح جو دعا مانگنے کی جگہ ہے وہ نماز ہے جس میں وہ راحت اور سرور مومن کو ملتا ہے کہ جس کے مقابل ایک عیاش کا کامل درجہ کا سرور جو اسے کسی بدمعاشی میں میسر آ سکتا ہے ہیچ ہے۔ بڑی بات جو دعا میں حاصل ہوتی ہے وہ قرب الٰہی ہے۔ دعا کے ذریعہ ہی انسان خدا کے نزدیک ہو جاتا ہے اور اسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ جب مومن کی دعا میں پورا اخلاص اور انقطاع پیدا ہو جاتا ہے تو خدا کو بھی اس پر رحم آ جاتا ہے اور خدا اس کا متولی ہو جاتا ہے۔ (یعنی سب کام اس کے کرنے لگ جاتا ہے)۔ اگر انسان اپنی زندگی پر غور کرے تو الٰہی تولّی کے بغیر انسانی زندگی قطعاً تلخ ہو جاتی ہے۔

(الحکم جلد ۸ نمبر ۱۹۔ مورخہ ۱۰۔ ۱۷/جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۶۔ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ ۶۵۶)

پھر آپؑ نے فرمایا:

’’اگر میرے بندے میرے وجود سے سوال کریں کہ کیونکر اس کی ہستی ثابت ہے اور کیونکر سمجھا جائے کہ خدا ہے۔ (خدا تعالیٰ کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں) تو اس کا جواب یہ ہے کہ مَیں بہت ہی نزدیک ہوں۔ مَیں اپنے پکارنے والے کو جواب دیتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے تو مَیں اس کی آواز سنتا ہوں۔ اور اس سے ہمکلام ہوتا ہوں۔ پس چاہئے کہ اپنے تئیں ایسا بناویں کہ مَیں ان سے ہمکلام ہو سکوں اور مجھ پر کامل ایمان لاویں تا کہ ان کو میری راہ ملے‘‘۔

(لیکچر لاہور صفحہ ۱۳ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ ۶۴۹)

اب ایک دعا پیش کرتا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کو لکھی تھی کہ یہ کریں۔ فرمایا، دعا یہ ہے:

اے رب العالمین! مَیں تیرے احسانوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ تو نہایت ہی رحیم و کریم ہے۔ تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تُو راضی ہو جائے۔ مَیں تیرے وجہ کریم کے ساتھ اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما، رحم فرما، رحم فرما اور دنیا و آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کیونکہ ہر ایک فضل و کرم تیرے

ہی ہاتھ میں ہے۔(آمین)

پھر ایک اور دعا ہے جو آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات میں کی کہ:

''اے اللہ! تُو میری باتوں کو سنتا ہے اور میرے حال کو دیکھتا ہے۔ میری پوشیدہ باتوں اور ظاہر امور سے تو خوب واقف ہے۔ میرا کوئی بھی معاملہ تجھ پر کچھ بھی مخفی نہیں ہے۔ مَیں ایک بدحال، فقیر اور محتاج ہوں، تیری مدد اور پناہ کا طالب، سہا ہوا، اپنے گناہوں کا اقراری اور معترف ہوں۔ مَیں تجھ سے ایک عاجز مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں، تیرے حضور میں ایک گناہگار ذلیل کی طرح زاری کرتا ہوں۔ ایک اندھے نابینا کی طرح خوفزدہ تجھ سے دعا کرتا ہوں جس کی گردن تیرے آگے جھکی ہوئی ہے اور جس کے آنسو تیرے حضور بہہ رہے ہیں۔ جس کا جسم تیرے حضور گرا پڑا ہے اور تیرے لئے اس کا ناک خاک آلودہ ہے۔ اے اللہ! تُو مجھے اپنے حضور دعا کرنے میں بدبخت نہ ٹھہرا دینا اور میرے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک فرمانا۔ اے وہ جو سب سے بڑھ کر التجاؤں کو قبول فرماتا ہے اور سب سے بہتر عطا فرمانے والا ہے۔ (میری دعا قبول فرما)۔

(الجامع الصغیر للسیوطیؒ۔ جز اول صفحہ ۵٦ مبطوعہ المکتبۃ الاسلامیۃ لائلپور۔ المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۱ صفحہ ۱۷٤۔ مطبوعہ بیروت)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس رمضان میں اپنے پیاروں کی طرح دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آنحضرت ﷺ کی اپنی امت کے لئے اپنے پیارے مہدی کے ماننے والوں کے لئے جو آپ نے دعائیں کی تھیں ان دعاؤں کا وارث بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا حقیقی عبادت گزار بندہ بنائے۔ اس کی طرف جھکنے والے ہوں، اس سے مدد طلب کرنے والے ہوں، اس کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے، فضل فرمائے اور ہمیں ہماری زندگیوں میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی فتوحات کی اور دنیا پر غالب آنے کے نظارے دکھائے۔ اے اللہ! اس رمضان کی برکات سے ہمیں بے انتہاء حصہ دے۔ ہر شر سے ہمیں محفوظ رکھ اور اپنے رحمت اور فضل کی چادر میں ہمیں ہمیشہ لپیٹے رکھ۔ آمین